صبر کی اہمیت وفضیلت

سید محمد بنوری حسینی
متعلم درجہ رابعہ، جامعہ

انسانیت کے وجود کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے آزمائش لکھ دی، یہاں تک کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی جب اس دنیا میں بھیجا گیا تھا تو اس کی ظاہری صورت بھی آزمائش بنائی گئی، تاکہ تمام بنی آدم کے لیے یہ سبق ہو جائے کہ صبر ازل سے ان کے حق میں لکھا گیا ہے، لہٰذا ہر انسان صبر کو اپنا شعار بنائے، جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو تبلیغ کی اور قوم کی جانب سے انہیں سخت تکالیف پہنچائی گئیں، تو انہوں نے بدلہ نہ لیا بلکہ صبر کیا، جس کی بدولت اللہ نے ان کو اس قوم اور ان کی مصیبتوں سے نجات عطا فرمائی، اور یہی وہ صبر تھا جسے دورانِ علالت اپنا ہتھیار بنا کر حضرت ایوب علیہ السلام نے شیطان کے مقابلہ میں شان دار فتح حاصل کی اور بارگاہِ ایزدی سے ''نِعْمَ الْعَبْدُ'' کا اعزاز پایا، اور اسی صبر وذکر کی بدولت حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی، اور اسی بلند مرتبت عمل کی وجہ سے حضرت ابرہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کہلائے، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا صبر ہی تھا جس کی بدولت اللہ نے انہیں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی حضرت یوسف علیہ السلام لوٹایا، اور اسی کی بدولت حضرت یوسف علیہ السلام عزیزِ مصر کہلائے، اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تسلیما کثیرا کو مشرکین مکہ، پھر اہل طائف نے تکالیف پہنچائیں، لیکن آپ ﷺ نے صبر کیا جس کی بدولت یہ دین پورے عالم میں پھیلا ہے۔

صبر کا لغوی معنی ہے: روکنا، یعنی نفس کو روکنا شیطان کے مکر وفریب کا شکار بننے سے یا آزمائش کے وقت جزع فزع سے۔

علماء کرام نے صبر کی تین اقسام ذکر کی ہیں: جن میں سے پہلی: صبر علی الطاعۃ، دوسری: صبر عن المعاصی اور تیسری: صبر علی المصائب ہے۔

صبر علی الطاعۃ: سے مراد ہے کہ اطاعت الٰہی اور نیک اعمال کرنے کا دل نہ چاہے تب بھی وہ سستی

کے باوجود نماز ترک نہ کرے، زکوۃ وصدقات کی ادائیگی میں بخل کو آڑے نہ آنے دے، غرض نفس وشیطان کے بہکاوے کے باوجود اعمال صالحہ پر صبر واستقامت کے ساتھ کاربند رہے۔

صبر عن المعاصی: کا یہ مطلب ہے کہ انسان کا دل چاہ رہا ہے کہ وہ گناہ کر لے، کوئی موجود نہیں، اور کوئی دیکھ نہیں رہا۔ عند زعمہ۔ لیکن وہ پھر بھی اپنے نفس کو روکتا ہے اور اگر اس کا رکنا صرف اور صرف اللہ کے خوف اور اس سے ڈرتے رہنے کی وجہ سے ہوتا ہے تو اسی کو صبر عن المعاصی یعنی گناہوں کے ارتکاب سے بچنا کہتے ہیں، اور گناہوں کے چھوڑنے پر ہمیشگی اختیار کرنا اور دل کے چاہنے اور جملہ اسباب کے مہیا ہو جانے کے باوجود اس کے نہ کرنے پر صبر کرنے کی بدولت اللہ اس صابر سے جنت کا وعدہ کرتے ہیں، کیونکہ شیطان نے اللہ سے کہا تھا کہ تیرے نیک بندوں کو آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں چاروں طرف سے بہکاؤں گا تو اللہ نے کہا کہ میرے نیک بندے تیرا شکار نہیں بنیں گے، اسی لیے شیطان ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اور خاص طور پر مسلمانوں کو بہکاتا ہے، جبکہ اللہ کے نیک بندے صبر کرتے ہیں شیطان اور اس کی کوششوں پر، اور اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس کے شر ورفتن سے، پھر اللہ کی مدد واعانت سے اطاعتِ خداوندی کو بجالاتے رہتے ہیں۔

صبر علی المصائب: کا معنی یہ ہے کہ مسلمان پر جب غیر اختیاری مصیبتیں، تکالیف اور پریشانیاں آتی ہیں اور وہ ان پر صبر کرتا ہے، شکوہ وشکایت نہیں کرتا تو اس کو صبر علی المصائب کہتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

''وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ، الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ'' (البقرۃ: 155 تا 157)

یعنی ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے خوف میں ڈال کر، یعنی اللہ تعالیٰ خوف میں ڈالیں گے، پھر دیکھیں گے کہ تم صبر کر کے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہو یا نہیں۔

اور بھوک کے ذریعے بھی آزمائش میں ڈال سکتے ہیں، فقر وفاقہ، تنگ دستی وغیرہ، ایسی حالت میں پتہ چلتا ہے کہ آدمی صبر کر کے صرف اللہ کے در کا سوالی بنتا ہے، یا پھر بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے لوگوں سے بھی مانگنا شروع کر دیتا ہے!!! کیونکہ جس نے بھی کسی کے سامنے اظہارِ غم کر دیا، گویا اس نے صبر کیا ہی نہیں۔

اور آزمائش کے لیے تیسری چیز مال کا کم ہونا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے مال میں کمی کر کے صبر کا

امتحان لیتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہیں، جسے جتنا چاہیں عطا کر دیں اور جس سے جو چاہیں اور جتنا چاہیں واپس لے لیں۔

اب چوتھی چیز جس میں اللہ تعالیٰ آزماتے ہیں وہ ہے جانوں میں کمی کا آنا یعنی اموات کا واقع ہونا۔ جان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امانت ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ جب چاہیں اور جس سے چاہیں اپنی امانت واپس لے لیں، کیونکہ اللہ حاکم وحکیم ہیں، وہی جانتے ہیں کہ ہر کام میں کیا کیا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ جب کسی انسان کا کوئی قریبی عزیز اس دارِفانی سے کوچ کر جاتا ہے تو اس وقت صبر کا مظاہرہ کرنا انتہائی کٹھن امر ہوتا ہے، حدیث میں ہے:

''قال ﷺ: ''إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى.''(بخاری ومسلم)

ترجمہ: ''صبر تو وہی ہے جو پہلے صدمے کے وقت ہو۔''

یعنی مصیبت آتے ہی ابتدائی اور پہلے مرحلہ میں صبر کرنا اور شکوہ نہ کرنا اصل صبر ہے اور اسی پر اجر ملتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانچویں آزمائش پھلوں میں کمی واقع ہونا ہے، یہ کسانوں اور محنت کشوں پر بہت بھاری اور مشکل مرحلہ ہوتا ہے، اس کے باوجود مومن بندے صبر کا اعلیٰ مظاہرہ کرتے ہیں۔

ان تمام لوگوں کے لیے جو مختلف آزمائشوں اور پریشانیوں پر صبر کرتے ہیں، اللہ فرما رہے ہیں کہ خوشخبری ہو صبر کرنے والوں کے لیے، اور وہ صبر کرنے والے کوئی بعد کے مرحلے میں صبر کرنے والے نہیں ہیں، بلکہ پہلے مرحلے میں صبر کرنے والے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو جب بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: کہ یہ دنیا اور یہ آزمائشیں عارضی اور فانی ہیں، اور رہی بات ہماری تو ہم ہیں ہی اللہ کے لیے، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اس بات کے کہنے کی وجہ سے اللہ انہیں ایسا صبر عطا فرماتے ہیں جس میں کوئی شکوے کا لفظ نہیں ہوتا، اور یہ صابرین کی جماعت ہی وہ جماعت ہے جس پر اللہ کی خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور وہی ہدایت پر ہیں، اور صابرین کی جماعت بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوگی، اور اسی جماعت میں شمولیت کی حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی اللہ سے امید کی تھی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

''سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ''(الصافات:102)

دعا ہے کہ اللہ جل شانہ ہمیں بغیر کسی آزمائش کے صابرین کا اجر عطا فرمائے، آمین بجاہ سید الأولین والآخرین، صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم.

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....